عدمِ برداشت ۔قومی اور بین الاقوامی رجحان
(تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں)

طاہر رضا بخاری*

اس وقت ہماری آنکھیں دیکھ رہی ہیں کہ امن عالم کے خرمن پر ہر طرف سے بجلیاں گر رہی ہیں۔فرد سے لے کر اقوام تک بے سکونی و بے اطمینانی کا غلبہ ہے۔انسان کے ہاتھوں انسان پر ظلم و زیادتی کا بازار گرم ہے اور ہر فراز سے خون کی آبشاریں بہہ رہی ہیں۔انسانیت کا ماہِ شرف ظلمت اور جبر کے اتھاہ اندھیروں میں غروب ہوتا محسوس ہوتا ہے۔نام نہاد علم وتمدن کے ہاتھوں انسانیت سسکیاں لے رہی ہے۔اخلاقی اقدار،نفسانیت اور ریاکاری کے سانچوں میں ڈھلتی چلی جا رہی ہیں اور غیر اخلاقی روایات خود غرضی کے فلسفے کو پروان چڑھا رہی ہیں۔ہوس زر نے خیانت رشوت اور حصول دولت کے کسی بھی ذریعہ کو ناجائز اور حرام نہیں رہنے دیا۔افراد اور اقوام نے انسانی اقدار سے بالاتر ہو کر وسعت پسندی کو اپنا ''ماٹو'' قرار دیا ہے۔اسی ''وسعت پسندی'' اور عدم برداشت کے رجحانات نے دنیا میں قیامت برپا کی ہوئی ہے۔قومیں قوموں سے نبرد آزما ہیں اور ملک ایک دوسرے کے دست و گریباں۔ انسانوں کی اجتماعیت بُری طرح متاثر ہو کر رہ گئی ہے۔باپ بیٹے اور بھائی بھائی کے درمیان کھینچا تانی ہے۔ہر شخص ''اناولا غیری'' کے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے علاوہ کسی دوسرے کو برداشت کرنے کے لیے تیار ہی نہیں ہے۔ان حالات میں لازم ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ان تعلیمات سے رہنمائی حاصل کی جائے جن میں تحمل، برداشت، حلم و بردباری،عفو و درگزر، رواداری و احترام کا درس ملتا ہے۔عبادات و ریاضات سے لے کر فرماں روائی، سپاہ گری، سیاست، تہذیب، تمدن و معاشرت وغیرہ کے آداب کا معیاری نمونہ اگر کہیں ملتا ہے تو حضور رسالت مآب ﷺ کی ذات بابرکات میں ملتا ہے۔برداشت وتحمل،حلم و بردباری،عفو و درگزر،صبر واستقامت ، عدل وانصاف،سخاوت و شجاعت، ایثار وتوکل،تعلیم وتربیت، دعوت وتبلیغ،غرض یہ کہ حیات انسانی کا کوئی پہلو بھی ایسا نہیں ہے جس کا حسن و جمال حضور ﷺ کی حیات طیبہ میں نظر نہ آتا ہو۔عالم انسانیت کے خیر وفلاح کے اس عظیم ترین نقیب کی ہر ادا قابل تقلید ہے۔برداشت وتحمل کامل،خلق پسندیدہ، گفتگو شیریں اور کردار دلکش کو سامنے رکھ کر ہی تو اُم المومنین حضرت

---

* ڈائریکٹر جنرل، مذہبی امور واوقاف،حکومتِ پنجاب، پاکستان

عائشہؓ نے فرمایا تھا:'' کان خلقه القرآن ''(۱) یعنی'' آپ ﷺ سراپا قرآن تھے۔''

آج دنیا میں تحمل اور بردباری سے محرومی یعنی عدم برداشت انسانی معاشرے میں ایک خطرناک رُخ اختیار کرتی چلی جا رہی ہے۔ جس کے سبب وحشت اور دہشت کے سائے سنگین ہوتے جا رہے ہیں۔ ہیجان خیزی اور شورش پسندی کے باعث کہیں مذہب کو بنیاد بنا کر اور کہیں سیاسی گروہ بندی کے حوالے سے تشدد کا رجحان فروغ پا رہا ہے۔ معمولی معمولی باتوں انسانی جانیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ بچوں کے معمولی جھگڑے خاندانوں کی بربادی کا پیش خیمہ بن جاتے ہیں۔ مذہب سے بیگانگی اور دین سے دوری کے سبب لوگ راہ عمل کی بجائے راہ فرار اختیار کر رہے ہیں۔ اسی سبب سے متمدن دور میں بھی خودکشی کی شرح حیرت انگیز ہے۔ عدم برداشت اور تشدد پسندی کے حوالے سے مذہبی حلقے آج سب سے زیادہ عدم توازن کا شکار ہیں۔ دوسرے کے نقطہ نظر کو سننے اور برداشت کرنے کی ہمت جواب دے چکی ہے۔ اپنے عقائد اور نظریات کو دوسروں پر نافذ کرنا ہر شخص اپنا مذہبی حق سمجھتا ہے۔ کیا مسلمان اور کیا غیر مسلمان۔ کہیں پروٹسٹنٹ اور کیتھولک میں لڑائی ہے اور کہیں شعیہ، سنی کا جھگڑا۔ رائے کے اختلاف کی حد تک تو بات قابل قبول ہے مگر عدم برداشت کی یہ انتہاء کہ ایک مسلمان دوسرے کو مسلمان ماننے کے لیے تیار نہیں ایک گروہ دوسرے کو کافر بنانے پر تُلا ہوا ہے۔ ایک مکتبہ فکر کی مسجد سے دوسرے مکتبہ فکر کا آدمی گذر نہیں سکتا۔ بدقسمتی سے پیغمبر امن و محبت کی حیات طیبہ کے وہ پُر عظمت اوراق ہم نے قومی اور بین الاقوامی سطح پر فراموش کر دیئے۔ نجران کے عیسائیوں کا وفد آپ ﷺ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کرتا ہے۔ آپ ﷺ مسجد نبوی میں نماز عصر ادا فرما رہے ہوتے ہیں۔ عیسائیوں کا یہ وفد مسجد نبوی میں داخل ہو کر مشرق کی طرف منہ کر کے اپنی عبادت شروع کر دیتا ہے۔ بعض صحابہ ان کے اس عمل پر برہم ہو کر ان کو روکنے کے لیے دوڑے۔ لیکن محبتوں اور الفتوں کے پیغامبر ﷺ نے صحابہ ؓ کو ایسا کرنے سے منع کر دیا۔(۲)

صلح حدیبیہ اور میثاق مدینہ انسانی تاریخ کے وہ اہم موڑ ہیں جہاں سے انسانیت نشاۃ ثانیہ حاصل کرتی دیکھائی دیتی ہے۔ بدقسمتی سے کلیساؤں اور صلیبوں کو تحفظ کی ضمانت دینے والی مسلمان قوم کی آج اپنی مساجد اور عبادت گاہیں وحشت اور خوف کے مناظر پیش کر رہی ہیں۔ محراب و منبر سے ایک دوسرے پر آگ برس رہی ہے۔ عدم برداشت کا ایک اور اہم سبب معاشی اور معاشرتی ناہمواری ہے۔ امیر، امیر تر اور غریب غریب تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔ ایک کو سوکھی روٹی میسر نہیں اور دوسرے طرف کُتے بھی ڈبل روٹی اور دودھ پر پل رہے ہیں۔ محبت اور قناعت جیسے انسانی جذبے معاشرے سے مفقود ہو کر رہ گئے ہیں۔ اسی طرح سیاسی عدم توازن اور پسند ناپسند نے بھی ہیجان خیزی اور تشدّد پسندی کو فروغ دیا ہے۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس نے بین الاقوامی سطح پر کمزور قوموں اور چھوٹے

ممالک کی زندگی اجیرن کر دی ہے۔ دنیا کے ان تمام مسائل کا حل اگر کہیں ہے تو صرف اور صرف تاجدار مدینہ ﷺ کی تعلیمات میں۔ جو کہ سراسر عدل اور محبت پر مبنی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کا صرف ایک فرمان:

''لا یومن احدکم حتی یحب لا خیه ما یحب لنفسه۔'' (۳)

''تم میں کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہی چیز پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے کرتا ہے۔''

کوئی بھی معاشرہ مذکورہ فرمان حرز جان بنالے تو وہ امن کا گہوارا اور محبت کا گلستان بن جائے گا، اس لیے کہ ہر شخص اپنے لیے خوبصورت، اعلیٰ اور بہتر بات کو پسند کرتا ہے۔ ایمانی اور انسانی تقاضے کے مطابق جب وہ اپنے لیے پسند کی جانے والی اچھی چیز کو دوسروں کے لیے بھی مقدم بنائے گا تو اس سے ہر طرف امن اور محبت کی خوشبو پھیل جائے گی۔ اس وقت بالخصوص مسلمانان عالم اور اسلامیانِ پاکستان تاریخ کے ایک نازک دور سے گزر رہے ہیں کہ عالم کفر اپنی تمام تر توانائیوں کے ساتھ سیاسی، سماجی، معاشرتی، اقتصادی حتیٰ کہ نظریاتی اور اساسی پہلوؤں پر حملہ آور ہے۔ ہندوستان کی طرف سے پاکستان کے خلاف موجودہ محاذ آرائی اور اشتعال انگیز کارروائیاں دراصل عدم برداشت کے اسی رجحان کی ایک اہم کڑی ہے۔

تحمل و برداشت اور حلم و بردباری ان اخلاقی صفات میں سے ہیں جو افراد کے لیے انفرادی طور پر اور اقوام کے لیے اجتماعی طور پر کامیابی، عزت وعظمت اور ترقی و بلندی کا ذریعہ بنتی ہیں۔ حلم کی وجہ سے انسان کے نفس میں وہ قوت برداشت اور وہ اطمینان پیدا ہوتا ہے کہ کسی حالت میں بھی قوت غضب غالب نہیں آتی۔ ایک حلیم انسان کی مرضی ومنشا کے خلاف کوئی بات ہو یا اس کو کتنی ہی تکلیف پہنچائی جائے وہ صبر و برداشت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتا بلکہ صبر وضبط سے کام لے کر تکالیف کو برداشت کرتا ہے۔ قرآن مجید نے اس کی تاثیر یوں بیان کی ہے کہ جس کے نتیجے میں دشمنی دوستی میں بدل جاتی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

''وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِيْمٌ۔'' (۴)

''نہیں یکساں ہوتی نیکی اور برائی۔ برائی کا تدارک اس (نیکی) سے کرو جو بہتر ہے پس ناگہاں وہ شخص تیرے درمیان اور اس کے درمیان عداوت ہے، یوں بن جائے گا گویا تمہارا جانی دوست ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے برداشت وتحمل، حلم و بردباری اور حوصلہ وصبر اختیار کرنے کی نہ صرف تعلیم دی ہے بلکہ

اپنے اُسوۂ حسنہ کے ذریعہ اس کی لازوال مثالیں بھی قائم کی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی محبوبیت کا ایک اہم راز یہ بھی ہے کہ مزاج مبارک میں برداشت، تحمل کی بے نظیر خصوصیت تھی۔ لوگوں کی سخت کلامی ان کے ناروا سلوک اور سخت ترین اذیت رسانی کے باوجود آپ اُن پر خفا نہ ہوتے۔ آپ کی یہی قوت برداشت اور متانت آپ ﷺ کی صداقت کی بہت بڑی علامت ہے۔ اسی علامت کو دیکھ کر اور آزما کر یہود کا ایک بہت بڑا عالم زید بن سعنہ آپ ﷺ پر ایمان لایا اور اپنا آدھا مال صدقہ کر دیا اور پھر غزوہ تبوک میں شہید ہو گیا۔ (۵)

قرآن مجید اسی طرف اشارہ کر رہا ہے:

''فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ'' (٦)

''پس (صرف) اللہ کی رحمت سے آپ نرم ہو گئے ہیں ان کے لیے اور اگر ہوتے آپ تند مزاج اور سخت دل تو یہ لوگ منتشر ہو جاتے، آپ کے آس پاس سے، تو آپ درگذر فرمائیے ان سے اور بخشش طلب کیجیے ان کے لیے۔''

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے کمال برداشت، کمال حلم اور کمال عفو درگزر کی تعریف فرمائی ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی زندگی شاہد ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کبھی کسی ذاتی معاملہ میں بھی انتقام نہیں لیا، سوائے اس کے کہ کسی نے احکام الٰہی کی خلاف ورزی کی ہو اور اللہ کی حدود سے کسی حد کو توڑا ہو۔ (۷)

طائف والوں نے آپ ﷺ کے ساتھ جو سلوک کیا وہ ناقابل فراموش تھا۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ ام المومنین نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا:

هل اتى عليك يوم كان اشد عليك من يوم احد؟ فقال لقد لقيت من قومك و كان اشد مالقيت يوم العقبة۔ (۸)

''کیا احد کے دن سے زیادہ تکلیف وہ دن آپ پر گزرا ہے؟ فرمایا تیری قوم نے یوم العقبہ کو جو تکلیفیں پہنچائی وہ بہت زیادہ سخت تھیں (یعنی جس دن ثقیف کے سرداروں عبد یا لیل وغیرہ کو دعوت دی اور انہوں نے جو سلوک میرے ساتھ روا رکھا وہ بڑا روح فرسا تھا۔)''

مصائب و آلام اور حزن و دکھ سے بھرپور اس گھڑی میں بھی برداشت اور حوصلے کی وہ عظیم مثال قائم کی کہ

شاید انسانی تاریخ ایسی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہو۔ پہاڑوں کے فرشتے نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کیا اور کہا:

''اِن شئت رَمَمْتُ علیهم الجبال وَان شئتَ خَسفتُ بِهم الارض۔''

''اگر آپ فرمائیں تو پہاڑوں کو میں ان پر اوندھا گرا دوں، اور اگر آپ چاہیں تو میں انہیں زمین میں غرق کر دوں۔''

رحمت مجسم ﷺ نے فرمایا:

''اَرجوا اَن یُخرج الله مِن اَصلابهم من یعبد الله لَا یشرك به شیاء۔'' (۹)

ہجرت کے نویں سال اسی طائف کی وادی کے سرداروں پر مشتمل ایک وفد بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا۔ شفقتوں اور محبتوں کے سائبان اس انداز میں تان دیئے گئے کہ ان کے قیام کے لیے سب سے اعلیٰ اور ارفع مقام یعنی مسجد نبوی میں خیمے نصب کر دیئے اور فیضان محبت والفت کی برکھا ان پر ہمہ وقت مہربان رہتی۔

حضرت انسؓ روایت فرماتے ہیں کہ نجران کی بنی ہوئی چادر نبی اکرم ﷺ لیے ہوئے تھے ایک بدو نے اس چادر کو اس زور سے کھینچا کہ گردن مبارک پر نشانات پڑ گئے، بدو کہنے لگا:

''مولی من مال الله الذی عندك۔''

''اللہ کا مال جو آپ کے پاس ہے اس سے مجھے بھی حصہ دیں۔''

اس قبیح حرکت کو آپ ﷺ برداشت فرماتے ہوئے مسکرا کر خادم کو حکم دیتے ہیں کہ اس کو مال غنیمت سے کچھ عطا کر دیں۔ (۱۰)

اس کائنات میں یقیناً سب سے مشکل کام طاقت اور قوت رکھنے کے باوجود کسی زیادتی کو برداشت کر کے مسکرا دینا ہے۔ اور بے شک آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کے امتیازی اوصاف میں ایک بنیادی وصف بے مثال اور لازوال قوت برداشت ہے۔ اعلان نبوت کے بعد مکی اور مدنی زندگی کا کوئی لمحہ ایسا نہیں کہ جس میں اسلام دشمنوں نے ہر ممکن طور پر اسلام، مسلمانوں اور پیغمبر اسلام پر ظلم و زیادتی کی کوئی کسر چھوڑی ہو۔ لیکن آپ ہمیشہ قرآن پاک کی تعلیمات کا مظہر اتم و اکمل بن کر صبر و رضا کا مجسم پیکر بنے رہے۔ ہر زبانی اور جسمانی اذیت کا جواب عفو و درگزر اور صبر و استقامت سے دیا۔

قرآن پاک نے صبر یعنی برداشت کرنے کو تمام آزمائشوں کے لیے نسخہ اکسیر قرار دیا ہے۔

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ۔الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ۔''(۱۱)

''اور ہم ضرور آزمائیں گے کسی ایک چیز کے ساتھ یعنی خوف اور بھوک اور کمی کرنے سے تمہارے مالوں اور جانوں اور پھلوں میں اور خوشخبری سنایئے ان صبر کرنے والوں کو۔ جو کہ جب پہنچتی ہیں انہیں کوئی مصیبت تو کہتے ہیں بے شک ہم صرف اللہ ہی کے ہیں اور یقیناً ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔''

اسی طرح ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں کو اپنی معیت کا یقین دلایا ہے۔ کتاب مبین میں ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

''اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ۔''(۱۲)

''بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

مسلمانوں کو ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے صبر اور نماز سے مدد حاصل کرنے کا درس دیا گیا ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے:

''وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ۔'' (۱۳)

''اور مدد لو صبر اور نماز سے۔''

مسلم معاشرے میں امن و امان اور اخوت و بھائی چارے کے قیام کے لیے ایک دوسرے کو مسلسل حق اور صبر کی تلقین کرتے رہنے کا حکم دیا ہے۔

''وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ۔'' (۱۴)

''نیز ایک دوسرے کو حق کی تلقین کرتے رہے اور ایک دوسرے کو صبر کی تاکید کرتے رہے۔''

برداشت اور صبر کی تعریف محققین نے یوں فرمائی ہے:

''الصبر حبس النفس عند الالام والموذیات۔''

''یعنی تکلیف دہ اور پُر اذیت حالات میں بھی انسان اپنے آپ کو بے قابو نہ ہونے دے۔''

مذکورہ بالا آیت قرآنی نظام حیات کے بارے میں مثبت انسانی اور اخلاقی رویّوں کی تعمیر کے لیے ایک انتہائی اہم ضابطے کو بیان کرتی ہیں کہ جس کا مفہوم اور حقیقت یہ ہے کہ کسی فرد یا قوم کی طرف سے ظلم و زیادتی کا

ارتکاب کرنے کی صورت میں حتی الامکان عفو و درگزر، رواداری اور قوت برداشت کا مظاہرہ کیا جائے۔ یہ تعلیمات کسی قسم کی کمزور کو ظاہر نہیں کرتی بلکہ ان کا اصل مقصد قومی اور بین الاقوامی سطح پر امن کے قیام کے لیے اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنا ہے۔ کسی ایک فریق کی اشتعال انگیزی پر دوسرے فریق کا ویسا ہی ردعمل نہ صرف امن و آشتی کے لیے زہر قاتل ہے بلکہ بسا اوقات ایسے رویوں کی بھاری قیمت چکانا پڑتی ہے۔

میدان جنگ ہو یا جنگی قیدیوں کی قسمتوں کا فیصلہ، گلے میں کپڑا ڈال کر کھینچنے والے بدو کا ہاتھ ہو یا راستوں میں کانٹے بچھانے کے اقدامات، ازواجِ مطہرات پر تہمتیں لگانے والے فتنہ پرداز ہوں یا عین جنگ کے موقع پر ساتھ چھوڑنے والے منافقین، نامناسب کلمات بولنے والی زبانیں ہوں یا معاہدوں کی خلاف ورزی کرنے والے فریق، انسان کامل اور معلم انسانیت ہر ہر مرحلے پر ایسی قوت برداشت کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ زیادتی کرنے والا شرمندہ ہو جاتا ہے اور بے اختیار دامن نبوت کی پناہ میں آ جاتا ہے صبر و برداشت ایسا خوبصورت جذبہ ہے کہ جو انفرادی و اجتماعی سطح پر انسان کو، پُر وقار اور باعظمت مقام عطا کرتا ہے اور اسی جذبے سے جانی دشمنوں کے دل جیتے جا سکتے ہیں۔ یہ جذبہ اگر انفرادی سطح پر ہو تو انسانی شخصیت کے گرد رعب و دبدبے کا عظیم حصار قائم کرتا ہے، اور اگر قومی سطح پر ہو تو اقوام عالم میں ایسا تشخص عطا کرتا ہے کہ جس کا تاثر پختہ اور دیرپا ہوتا ہے۔

ارشادِ رب العزت ہے:

''اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ۔''(۱۵)

''(ان کا حال تو یہ ہے کہ) اگر پہنچے تمہیں کوئی بھلائی تو بری لگتی ہے انہیں۔ اور اگر پہنچے کوئی تکلیف تو بڑے خوش ہوتے ہیں اس سے۔ اگر تم صبر کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو نہ نقصان پہنچائے گا تمہیں ان (کافروں) کا فریب کچھ بھی۔ بے شک اللہ تعالیٰ جو کچھ وہ کرتے ہیں (اس کا) احاطہ کیے ہوئے ہے۔''

جب آپ ﷺ نے مکہ مکرمہ کو فتح کیا تو یہ وہ وقت تھا کہ آپ ﷺ ظالموں سے ایک ایک ظلم کا بدلہ لے سکتے تھے اس کے باوجود رحمت عالم ﷺ نے برداشت و تحمل کا وہ نمونہ پیش کیا جس کی مثال پوری تاریخ انسانی میں کہیں نہیں ملتی۔ آپ ﷺ نے پیغمبرانہ جلال کے ساتھ سب کی طرف دیکھ کر فرمایا:

''لا تثریب علیکم الیوم یغفر الله لکم وهو ارحم الرحمین اذهبوا وانتم الطلقاء۔''(۱۶)

''آج میری طرف سے تم پر کوئی گرفت نہیں اللہ تعالیٰ تمہارے سارے گناہوں کو معاف فرمائے اور سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔ جاؤ، چلے جاؤ میری طرف سے تم آزاد ہو۔''

دشمنوں سے انتقام لینا انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔ اور بالخصوص ان لوگوں سے جنہوں نے گھر چھین لیا ہو۔ زمین تنگ کر دی ہو۔ وطن چھوڑنے پر مجبور کر دیا ہو۔ پیاروں کا خون کیا ہو۔ لیکن فتح یاب ہو کر برداشت، تحمل اور عفو و درگزر سے کام لے کر خون کے پیاسوں کو معافی کا سٹیفکیٹ دے کر تاریخ عالم پر ''رحمت عالم'' کا نقشِ دوام ثبت فرما دیا۔ سعد بن عبادہ کی طرف سے جب یہ آواز آئی:

''الیوم یوم الملحمۃ۔''

''آج کا دن قتل و غارت کا دن ہے۔''

تو نبی رحمت ﷺ نے فرمایا سعد نے غلط کہا ہے:

''الیوم یوم المرحمۃ۔'' (۱۷)

''آج کا دن رحمت کا دن ہے۔''

دراصل شخصیت کا حُسن اور کمال زبردست قوتِ برداشت اور تحمل و بُردباری میں پنہاں ہے۔ مار دھاڑ، تخریب اور غصّے میں نہیں ہے۔ کیونکہ برداشت و تحمل اور حلم و بردباری سے دل جیتے جاتے ہیں اور اس کے برعکس وقتی طور پر خوف و ہراس کی فضا قائم کر کے کام تو نکالا جا سکتا ہے لیکن انجام ایسے انقلابات کی شکل میں رونما ہوتا ہے جس کے نتیجہ میں تباہی چارسو پھیل کر معاشرہ کو غارت کر دیتی ہے۔ اس لیے صحیح اور درست طریقہ وہی ہے جس کی قرآن و سنت نے تعلیم دی ہے اور آنحضرت ﷺ نے عمل کر کے دکھایا ہے۔

جیسا کہ حکم خداوندی ہے:

''وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ۔'' (۱۸)

''جو شخص (مصائب و آلام میں) صبر کرتا اور جو شخص مخالفین (کے جور و جفا) معاف کرتا ہے تو بے شک یہ طرزِ عمل ان امور میں سے ہے جس کی شان بڑی بلند ہے۔''

عن أبی هريرة رضی الله عنه أن رجلا قال للنبی صلی الله عليه وسلم أوصنی قال لا تغضب فردد مرارا قال لا تغضب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ آپ مجھے نصیحت فرمائیں، آپ نے فرمایا کہ غصہ نہ کیا کرو اس نے کئی

بارعرض کیا تو آپ یہی فرماتے رہے کہ غصہ نہ کرو۔(۱۹)

برداشت وتحمل،عفو و درگزر اور رحمت و شفقت کی سب سے بڑی مثال وہ انقلاب ہے جو۲۳ سال کے عرصے میں بپا ہوا جس کے لیے حضور ﷺ نے مدنی زندگی میں ستائیس (۲۷) غزوات کیے اور غزوات و سرایا کی شکل میں کل ۸۲ جنگیں لڑی گئیں۔انسان سوچتا ہے کہ اتنی زیادہ جنگوں میں خون خرابے اور تباہی و بربادی کا کیا حال ہوگا لیکن حیرت کی بات ہے کہ اس اسلامی انقلاب میں فریقین کے کل انسان جو کام آئے صرف ۹۱۸ ہیں۔کون کہہ سکتا ہے کہ اس سے بڑا غیر خونی انقلاب آج تک دنیا میں کبھی کوئی بپا ہوا ہے جس کے ذریعے انسان کا ظاہر و باطن اور نظام معیشت وسیاست سب کچھ بدل جائیں۔ان کے مقابلے میں دوسرے انقلابات کا حال سب پر عیاں ہے۔پہلی جنگ عظیم میں مقتولین کی تعداد چونسٹھ لاکھ اور دوسری جنگ عظیم میں یہ تعداد ساڑھے تین کروڑ سے زیادہ تھی۔لیکن نبی کریم ﷺ کے انقلاب کی اساس نوع انسان کی خیر خواہی تھی۔اس میں برداشت وتحمل اور عفو و دلبری کی روح رواں تھی۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قافلہ آدمیت تحریک اسلامی کے دھارے پر بہتا چلا گیا اور دعوت حق کی کھیتی پھولتی پھلتی چلی گئی اور آہستہ آہستہ لوگ جوق در جوق انسانیت کے خیر خواہ اور برداشت وتحمل اور سلامتی و امن والے دین اسلام میں داخل ہوتے چلے گئے۔یہ حقیقت ہے کہ تلوار سر کاٹتی ہے اور تحمل و برداشت دل جیتتا ہے۔تلوار کی پہنچ گلے تک اور حلم و بردباری کی پہنچ دل کی گہرائی تک ہوتی ہے۔جہاں تلوار ناکام ہوتی ہے وہاں عفو و درگزر فتح کا جھنڈا گاڑتا ہے۔

تیر وتلوار کی طاقت سے زمین تو چھینی جاسکتی ہے مگر کسی کا دل نہیں جیتا جا سکتا۔دلوں کو ہاتھ میں لینے کے لیے ضرورت ہے محسن اعظم ﷺ کے اخلاق حسنہ کی۔

حوالہ جات وحواشی

(۱) الامام المسلم، الجامع الصحیح، کتاب الصلوۃ المسافرین، باب الصلوۃ اللیل، حدیث نمبر۱۷۳۹
(۲) ابن قیم الجوزیہ، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، بیروت، موسسۃ الرسالۃ، ۱۹۸۵ء، ج۳،ص۶۳۰
(۳) الامام البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، لجنۃ احیاء کتب السنۃ، مصر، ج۱،ص۲۸۔
(۴) حم السجدہ:۴۱:۳۴۔
(۵) محمد بن یوسف الصالحی الشامی، سبل الھدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، لجنۃ احیاء التراث الاسلامی، مطبوعہ قاہرہ۱۹۸۳ء، ج۷،ص۳۶۔
(۶) آل عمران:۳:۱۵۹۔
(۷) ابوالفضل قاضی عیاض بن موسیٰ، الشفاء، مطبوعہ بیروت، ج۱،ص۱۴۰۔
(۸) محمد بن یوسف الصالحی الشامی، سبل الھدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، لجنۃ احیاء التراث الاسلامی، مطبوعہ قاہرہ۱۹۸۳ء، ج۲،ص۵۷۹۔
(۹) محمد بن یوسف الصالحی الشامی، سبل الھدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، لجنۃ احیاء التراث الاسلامی، مطبوعہ قاہرہ۱۹۸۳ء، ج۲،ص۵۷۹۔
(۱۰) الامام ابوالفدا اسماعیل بن عمر بن کثیر، السیرۃ النبویۃ، بیروت، دارالفکر، ۱۹۷۸ء، ج۳،ص۶۸۱
(۱۱) البقرہ ۲:۱۵۵۔۱۵۶
(۱۲) البقرہ ۲:۱۵۳
(۱۳) البقرہ ۲:۴۵
(۱۴) العصر ۱۰۳:۳
(۱۵) آل عمران۳:۱۲۰
(۱۶) ابن قیم الجوزیہ، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، بیروت، موسسۃ الرسالۃ، ۱۹۸۵ء، ج۳،ص۴۴۲)
(۱۷) سبل الھدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، ج۵،ص۳۳۸۔
(۱۸) الشوری: ۴۲:۴۳
(۱۹) مشکوۃ المصابیح، باب الغضب والکبر، منشورات، المتکب الاسلامی، دمشق، ج۳،ص۶۳۲

☆☆☆☆☆☆☆☆